مولانا نور محمد وانا، جنوبی وزیرستان

تحریک شاہ ولی اللہؒ کا ہدف فکّ کل نظام

روسی زوال اور امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے اضمحلال کے بعد اسلامی نظام کو متعارف کرانے کی ضرورت

(۲)

شیخ الہندؒ آزمائشوں کی آغوش میں

شیخ الہند کے کندھوں پر ولی اللہی تحریک انقلاب کی ذمہ داری ایسے ماحول میں آپڑی کہ ایک طرف تو برطانیہ عظمیٰ کی جابرانہ حکومت نے ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کے حوالہ سے انتہائی سفاکانہ پالیسی اختیار کر لی تھی کہ ہر مخالف زبان کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر لو اور ہر مشکوک حرکت کو بے دردی سے کچل ڈالو۔

۲۔ جہاد اسلامی اور مجاہدین کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ مہم زوروں پر شروع کی تھی جہاد کی صحت کے لیے ان گنت نت نئے شروط اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ مسلمانوں میں پھیلانا، مجاہدین پر بہتان تراشیاں اور ان کے معمولی لغزشوں کو بڑھا چڑھا کر مشتہر کرانا، یہاں تک کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو جعلی نبی بنا کر ان سے جہاد اسلامی کی منسوخی کا اعلان کرانا۔

۳۔ انگریز نے مسلمانوں میں ایک ایسا ماڈرن طبقہ پیدا کیا تھا جنھوں نے اسلام اور قرآن کی ایسی تعبیرات شروع کئے تھے جن سے واضح طور پر دو اسلام اور دو قرآن کے تصوّرات ابھرنے لگے تھے، جن کے سرخیل سر سید احمد خان تھے۔

۴۔ انگریز کی ابلیسانہ چال کے نتیجہ میں مسلمانوں کے اندر فرقہ واریت کا ایسا معاندانہ فروغ ہو چکا تھا کہ ایک فرقہ دوسرے فرقوں کو چھوٹے اور معمولی بلکہ غیر ضروری مسائل کی آڑ لے کر نہ صرف اسلام سے خارج کرنے کا فتویٰ دیتا بلکہ ان سے جہاد اور مقابلہ انگریز کے خلاف جہاد سے افضل قرار دیتا تھا۔

شیخ الہندؒ نے ان تمام برطانوی ہتھکنڈوں سے نمٹنے کے ساتھ ساتھ دارالعلوم دیوبند میں طلباء سے ایسے فضلاء بنانا تھا جو نہ صرف مسجد کی چار دیواری کے اندر امامت کی اہلیت اور فکر مندی کے حامل ہوں بلکہ قائدانہ ارض کی امامت کے لیے آرزو مند اور فکر مند ہوں اور ایسی امامت کے اہل بھی ہوں حضور علیہ السلام کے

فرمان کے مطابق کرۂ ارض مسلمانوں کی مسجد ہے "جعلت لنا الارض مسجداً" ایسے افراد تیار کرنا جو اندھیری راتوں میں عبادت گذاری کے لحاظ سے "رہبان" اور میدان جہاد کے شہسوار "فرسان" ہوں "بالليل رُهبانٌ وبالنهار فرسانٌ" ان جملہ فرائض کو شیخ الہندؒ نے ایسے احسن طریقے سے نبھایا کہ ایک طرف تو پوری ہندوستانی ملت کو بلا امتیاز رنگ ونسل، مذہب ومسلک انگریز سامراج کے مقابلہ میں ایک پلیٹ فارم پہ جمع کردیا، تو دوسری طرف مذکورہ صفات کے حامل شاگردوں کو متحدہ مقبوضہ ہندوستان کے اندر، اور آزاد قبائل، افغانستان، روس، ترک اور عربستان تک پھیلا دیتے۔

ے کانٹوں میں ہے گھرا ہوا چاروں طرف سے پھول پھر بھی وہ کھلا ہی رہتا ہے کیا خوش مزاج ہے

شیخ الہند کے بلاواسطہ اور بالواسطہ چند شاگردوں کا ذکر خیر بھی سنتے جاتیے، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے عظیم کارناموں کو اگر کسی ایک جملے میں کوئی سمو دینا چاہے تو مناسب ہوگا کہ آپ کو شیخ الہندؒ کے اسلامی انقلاب کا وزیر داخلہ کہا جاتے جس نے ہر حال میں اس عہدے جیسا کردار کما حقہ ادا کیا، جزائر انڈیمان (کالاپانی) میں شیخ الہند کے ساتھ اسیر رہا۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے وزیر خارجہ جیسا تاریخی کردار ادا کیا یہاں تک کہ اسلامی نظام کی حقانیت اور اہمیت ذہن نشین کرانے کے لیے ۱۹۲۲ء میں ماسکو جاکر اشتراکیت کے امام لینن کو سمجھانے کی مؤثر کوشش کی حتی کہ لینن نے تسلیم کیا کہ مولانا صاحب اگر اسلامی نظام ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے خاکہ پیش کیا، تو یقیناً انسانیت کے جملہ مسائل اور مشکلات کا حل اس سے بہتر کوئی نظام پیش نہیں کرسکتا مگر کاش کہ مجھے اس کا علم ابتداء سے ہوچکا ہوتا، لیکن اب جب کہ ہم نے مارکسیزم کے نفاذ کے لیے لاکھوں انسانوں کا خون بہادیا ہے اب وقت ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ مولانا سندھیؒ نے افغان حکومت، اور افغان عوام اور آزاد قبائل کو اسلامی انقلاب لانے کے لیے متحدہ ہندوستان پر قابض انگریز سامراج کے خلاف منظم اور مربوط جہاد شروع کرنے پہ آمادہ کرنے کے لیے شیخ الہندؒ کے حکم سے ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۲ء تک سات سال کابل میں گذارے، ترکی اور حجاز مقدس تک تشریف لے گئے تاکہ مسلمان ممالک کو متحد کرنے کی راہ ہموار کی جاسکے، غرض یہ کہ جملہ باطل نظاموں کو جڑ سے نکال کر بزور شمشیر (اسلامی جہاد) اسلامی انقلاب کا ولی اللّٰہی منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے شیخ الہندؒ سے اسلامی علوم کی سند فراغت حاصل کرنے والے مولانا سندھیؒ نے عمر عزیز کے ۲۴ سال سفر میں گذار دیتے۔

ے جبین پہ گرد رہِ عشق لب پہ مہر سکوت دیارِ غیر میں پھرتا ہوں آشنا کے لیے

مولانا عبدالرزاق افغانی، عرف حاجی عبدالرزاق صاحب شیخ الہندؒ کے شاگردوں میں ایک عظیم شخصیت

تھے۔ آپ کی حیثیت کابل میں تحریک شیخ الہندؒ کی سفیر اور قبائل میں فوجی جرنیل کی سی تھی۔ گنگوہ اور دیوبند میں شیخ الہند سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنی آبائی سرزمین افغانستان میں حکومت کے اہم عہدوں پر فائز رہے، سردار عنایت اللہ کا اتالیق رہا، دورۂ ہند میں ان کے ساتھ تھا، سردار نصر اللہ خان کا ناظر اور معتمد خاص تھا، کابل یونیورسٹی مدرسہ سلطانیہ کا سربراہ رہا جس میں وہ فلکیات پر لیکچر دیتا تھا، چیف جسٹس قاضی القضاۃ کے عظیم عہدہ پر فائز رہا۔ شیخ الہندؒ کے تحریک جہاد کے محرکین، مجاہدین اور مہاجرین کے جملہ ذمہ داریاں کابل میں آپ کے ذمہ تھیں۔

مولانا سندھی اور دیگر وفود ماسکو وغیرہ ممالک بھیجنے کے لیے پاسپورٹ آپ کے دستخط سے جاری کئے جاتے، دیکھئے تحریک شیخ الہند یا ریشمی رومال، ۱۹۱۹ء میں غازی امان اللہ خان والی کابل نے برگیڈیر شاہ الدولہ کی کمان میں توپ بردار فوج حاجی عبدالرزاق صاحب کی سرپرستی میں جنوبی وزیرستان بھیجی، بمقام برمل (انگوراڈہ) احمدزئی وزیر نے شیخ الہندؒ کے عظیم شاگرد، ولی اللہی تحریک "فک کل نظام" کے نڈر سپاہی حاجی عبدالرزاق صاحب اور ان کی افغان فوج کا، اپنے مذہبی رہنما حمز اللہ ملا صاحب عرف سرخائی آباد (سرخ باپ) مولانا حاجی محمد صاحب عرف قاضی صاحب اور مولانا عبداللہ صاحب کی قیادت میں زبردست استقبال کیا، یاد رہے کہ وزیرستان میں انگریز افواج کے خلاف جہاد کے اہم ترین کارنامل کے لیے حمزہ اللہ ملا صاحب وزیر، اور آپ کا شاگرد پاوندہ ملا صاحب مسعود، حاجی عبدالرزاق کے بازوے شمشیر زن تھے۔

حاجی عبدالرزاق صاحب اور افغان فوج ابھی انگوراڈہ برمل میں تھی کہ احمدزئی وزیر مجاہدین وانا چھاؤنی پر راتوں رات ٹوٹ پڑے اور انگریز فوج کے چند گنتی کے افراد ژوب بلوچستان اور چند ٹولہ بھاگنے میں کامیاب ہوئے اسی رات رزمک چھاؤنی سے بھی فوج بھاگ نکلی اور چند دنوں میں پورے آزاد قبائل سے انگریز کے منحوس قدم اٹھ گئے اس طرح شیخ الہندؒ کے عظیم شاگرد حاجی عبدالرزاق صاحب نے ۶، ماہ تک آزاد قبائل پر حکمرانی کی جس کا مرکز جنوبی وزیرستان کا صدر مقام وانا تھا۔

شاہ ولی اللہؒ کی انقلابی تحریک کا چوتھا مرحلہ

شاہ ولی اللہؒ کے جانشینوں کی مسلسل اور انتھک مجاہدوں کے نتیجہ میں برطانیہ عظمیٰ کی عظیم اور وسیع گورنمنٹ جس پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا کا زوال ۱۹۴۷ء میں شروع ہوا جس کی ابتداء برصغیر متحدہ ہندوستان چھوڑنے سے ہوئی۔

لیکن افسوس کہ اس طویل اور خونچکاں جہاد کا ثمرہ تاریخی لحاظ سے اور مادی لحاظ سے ان لوگوں کی جھولیوں میں ڈالا گیا جنہوں نے انگریز کی مخالفت میں نہ تو ایک دن زندان خانہ دیکھا نہ جلاوطن ہوئے، نہ ان کی جائدادیں

ضبط ہوئیں، نہ ان پر انگریز فوجوں کے ہاتھوں ایک سنگریزہ لگا، اور نہ کبھی انگریز کے معتوب رہیں۔ مگر پھر بھی وہ سب کچھ بنیں، یہاں تک کہ آج نئی نسل کی عمومی ذہنیت یہی ہے کہ ۱۹۴۷ء میں اچانک حادثاتی طور پر یا جلسے جلوسوں کے دباؤ سے انگریز متحدہ ہندوستان چھوڑنے پر مجبور رہوا اور پھر متحدہ ہندوستان تقسیم ہوکر ہندوستان اور پاکستان بنا اور متحدہ ہندوستان کو انگریز کے ہاتھوں سے چھیننے والوں کا تو کوئی نام تک نہیں جانتا اگر جانتا ہے تو ان حضرات کو جنہوں نے اس مال غنیمت کو تقسیم کرنے کا کارنامہ انجام دیا۔

ع گلشن کے لیے خون جگر کس نے دیا تھا ؟

اس پر مزید دکھ کی بات یہ ہے کہ آج لیڈران قوم برصغیر کے دو سو سالہ تحریک انقلاب اسلامی کا منزل مقصود قوم کے سامنے معمہ بنانے کی کوشش میں ہیں، کوئی کہتا ہے کہ آزادی، روٹی کپڑا اور مکان کے لیے حاصل کی تھی، کوئی کہتا ہے کہ جمہوریت کے نفاذ کے لیے آزادی حاصل کی تھی تو کوئی کہتا ہے کہ صوبائی اور قومی خود مختاری کے لیے آزادی مانگی تھی۔ بلکہ یار لوگ تو یہاں تک کہتے نہیں تھکتے کہ اسلامی نظام نافذ کر کے ملّا ازم کے لیے تو ہم نے آزادی حاصل نہیں کی تھی، حالانکہ ۱۹۴۷ء سے پہلے ماضی کی طرف جائیے اور انگریز سامراج کے خلاف ولی اللّٰہی تحریک انقلاب اسلامی کی سو سالہ تاریخ پڑھتے جائیے ان مدعیان آزادی کے آباء و اجداد میں شاید اکا دکا کوئی ملے کہ اس نے انگریز سامراج کے خلاف آواز اٹھائی ہو بلکہ بیشتر نے خود اور ان کے آباء و اجداد انگریزوں کے بوٹ پالش کرتے یا ان کے گھوڑوں کے رکاب دار تھے۔

• ولی اللّٰہی تحریک انقلاب اسلامی کا پانچواں اور فیصلہ کن مرحلہ گذشتہ مضمون تو درحقیقت ایک تمہید تھا اس غرض کے لیے کہ آج ۱۹۹۶ء کے وارثان نبوت، جانشینان ولی اللّٰہی تحریک انقلاب اسلامی، مجاہدین اسلام، اور معلمین و متعلمین کے لیے خود شناسی کا کام دے " من عرف نفسه فقد عرف ربه " اور موجودہ وقت کو غنیمت سمجھے۔ لہٰذا گذشتہ مضمون سننے اور سیکھنے کے لیے تھا آئندہ چند وہ باتیں پیش خدمت ہیں جن کا عملاً کرنا آج وقت کا اہم ترین تقاضا ہے اور ہمارا اسلامی فریضہ ہے۔

آج جب ہم دیکھ رہے ہیں کہ دین جمہوریت جیسے ام الاباطیل نظام (جملہ باطل نظاموں اور نظریوں کی جڑ) کا سر بفلک ملمع عمارت کا ایک آدھا حصہ (اشتراکی جمہوریت) اس بری طرح پاش پاش ہوکہ زمین بوس ہوا کہ اس کے بنانے والے بھی اس کے سایہ کے نیچے بیٹھنے سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکے ہیں۔ اور دوسرا آدھا حصہ (سرمایہ دارانہ جمہوریت) رو بہ زوال ہے جس کا ثبوت پرانے شکاری کا نیا جال (نیو ورلڈ آرڈر) ہے جیسے میں ذکر کر چکا ہوں۔ یہ شواہد اس بات کے غماز ہیں۔

۱۷۳۱ئہ میں ایک مرد قلندر کے منہ سے "فک کل نظام" (تمام باطل نظاموں کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دو) کا جو نعرۂ قلندرانہ نکلا تھا۔ اس کے پیچھے مشیت ایزدی کارفرما تھی۔

ع گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

نادانان اسلام کے لیے زمانہ کی یہ کروٹ اور باطل نظاموں کی اس تیزی سے شکست و ریخت غنیمت بارد ہے۔

ع زبان خوش دلی دریاب دریاب
کہ دائم در صدف گوہر نباشد

چند تجویزیں اور مشورے

۱۔ شاہ ولی اللہ رحمہ نے انقلاب اسلامی "فک کل نظام" کا منصوبہ سفر حجاز مکہ مکرمہ میں مرتب فرمایا اور یقیناً آپ نے اس کو سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اخذ کیا ہے، وہ اس طرح کہ اگر اسلامی انقلاب اور حقیقی اسلامی ریاست کا قیام تلوار اور جہاد کے بغیر کسی مؤثر وعظ، دھواں دار تقریر، بلیغ دعوت و تبلیغ، اصلاح باطن، زہد و تقویٰ، قوت ایمانی، عبادات اور دعاؤں سے ممکن الحصول ہوتا تو مدنی زندگی اور مدنی آیات قرآنی کا یہ رنگ ہرگز نہ ہوتا جو ہم دیکھ رہے ہیں، مدنی سورتوں اور آیتوں کو اٹھا کر پڑھیے ہر طرف تلواروں کی جھنکار، تیروں اور نیزوں کی بارش ہے، اور کہیں جبریل علیہ السلام کی کمان میں مسلح فرشتوں کی دستے میدان جنگ بھیجنے سے پہلے اللہ تعالیٰ بذات خود فنون جنگ کی تعلیم و تربیت دے رہا ہے۔ تو کہیں حملہ آور تیز رفتار گھوڑوں کی ہانپنے سے فضا گونج اٹھتی ہے اور ان کے سموں سے پیدا شدہ برق پاشی سے آنکھیں چندھیا رہی ہیں اور ان کی تیز دوڑ سے آسمان کی طرف اٹھا ہوا غبار یوں دکھائی دیتا ہے گویا کہ زمیں اوپر اٹھی ہوئی ہے۔

حضور علیہ السلام جیسے انسان جو کہ ع

بعد از خدا بزرگ تو ایں قصہ مختصر

کے مصداق ہیں کو کیوں میدان جنگ میں سینہ سپر ہونے کا حکم دیا جاتا؟ آپ کے دندان مبارک کو کیوں شہید کروایا جاتا؟ آپ کے جسم اطہر کو کافروں کی سنگباری اور ضربات سے کیوں لہولہان کیا جاتا؟ آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم، جن کے گرد پا تک کوئی غوث، قطب اور ولی کامل نہیں پہنچ سکتا، ان کے کلیجے دشمنوں سے کیوں چبوائے جاتے؟ اور ان کے ناک کان کیوں کافروں کے ہاتھوں کٹوائے جاتے؟ ان مقدس ہستیوں کو کیوں حکم دیا جاتا ہر وقت مسلح اور مقابلہ کے لیے تیار رہو حتیٰ کہ دوران نماز میں بھی کلی طور پر یکسوئی سے نماز نہ پڑھو بلکہ مسلح ہوتے ہوئے دوران نماز دشمن پر نگاہ رکھے ہو دشمن اسی تاک میں ہے کہ جوں ہی تمہیں غیر مسلح اور غافل پائیں تو تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔

واضح رہے کہ یہاں مدنی سورتوں اور مدنی زندگی کے متعلق جو کچھ میں نے عرض کیا یہ زبان قلم کی مبالغہ

آرائیاں نہیں بلکہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبوی کے مضامین کا ترجمہ ہے۔ اس لیے شاہ صاحب نے انقلاب اسلامی کے لیے جہاد کو ضروری ٹھہرایا۔

۲۔ شاہ ولی اللہؒ جہاد بالسیف سے پہلے اصلاح باطن، تزکیہ نفس، عقیدے اور نظریئے کی پختگی مقصد پر قربان ہونے کا جذبہ اخلاص نیت اور للّٰہیت کو ضروری ٹھہراتا ہے۔ جو کہ قرآن کی دعوت و تعلیم کے زور سے حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدنی زندگی سے پہلے مکی زندگی میں اسی پہلو کو جہاد پر مقدم رکھا گیا۔

شاہ ولی اللہؒ نے فیوض الحرمین میں باطنی انقلاب اسلامی کو "خلافت باطنہ" کہا ہے جو کہ دعوت و تعلیم سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ تلوار کے زور سے اور ظاہری انقلاب اسلامی، یعنی اسلامی حکومت اس کو "خلافت ظاہرہ" کا نام دیا ہے جس کے حصول کے لیے جہاد بالسیف شرط اول ٹھہرایا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے مذکورہ دونوں چیزوں کو ایسا لازم و ملزوم ٹھہرایا کہ کسی ایک کے بغیر حقیقی اور کامل انقلاب اسلامی نہیں لایا جاسکتا ہے اور مسلمان کا مقصد حیات حقیقی انقلاب اسلامی برپا کرنا ہی ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے شاگردوں کے لیے تعلیم و تعلّم کے ساتھ عسکری ٹریننگ کے مراکز بھی قائم کیے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ولی اللّٰہی مکتب سے جو کوئی پڑھ کر باہر آتا وہ میدان جہاد کا شہسوار بن کر نکل آتا، اور میدان جہاد میں بیکا نا اترتا تو وہ للّٰہیت اور اخلاص کا پیکر ہوتا۔

بعینہٖ اسی نہج کی پیروی شاہ عبدالعزیزؒ، حاجی امداد اللہ، مولانا محمد قاسم نانوتوی، شیخ الہند محمود الحسن، شیخ الاسلام حسین احمد مدنی، امام انقلاب عبید اللہ سندھی، امام الہند ابوالکلام آزاد اور دیگر اکابرین دیوبند رحمہم اللہ نے کی۔ تفصیل آپ نے تمہید میں پڑھ لی ہے۔ چونکہ شاہ ولی اللہؒ اور آپ کے جانشینوں نے اسلامی انقلاب لانے کے لیے یہ طریقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحی آسمانی سے اخذ کیا تھا، لہٰذا قیامت تک کسی بھی اور طریقہ سے اسلامی انقلاب برپا کرنے کی امید باندھنا خود فریبی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

ع ایں خیال است و محال است و جنوں

ایک تاریخی شہادت

تاریخ گواہ ہے کہ ولی اللّٰہی قافلۂ انقلاب اسلامی کا نظام تعلیم اور طریقہ تعلیم و تربیت اتنا لچکدار تھا کہ حالات اور تقاضائے زمانہ کے ساتھ ممکنہ حد تک دوش بدوش رواں تھا، یہی وجہ تھی کہ ان کی تربیت گاہوں سے صرف مسجد کی چار دیواری کے اندر تک محدود نگہبانان دین، امامان قوم اور جنگجویان فرقہ واریت نہیں نکلتے تھے بلکہ روئے زمین کو مسجد بنانے، ایسی مسجد کی امامت کرنے، اور ایسی مسجد کو طاغوتی نظاموں کی عسکری اور نظریاتی غلبے سے تحفظ دلانے کے دانایان کار اور ماہرین فن اور مردان میدان نکلتے تھے۔

مثلاً اس وقت کے میدان جنگ کے ضروری اور عمومی فنون، گھوڑ سواری، تیر و تلوار اور بندوق وغیرہ کی نشانہ بازی کی مہارت میں علماء اور طلباء شہسوار تھے، یورپ کے فلسفہ باطلہ فلسفہ یونان، باطل نظریوں کے منطق اور علم کلام کے نشیب و فراز اور تردید کے امام تھے، اس وقت کی نظریاتی سائنس، علوم فلکیات پر انہیں دسترس تھا، اور غیر ملکی غیر اسلامی زبانوں کے نہ صرف ماہر بلکہ اس میں تصنیفات کر رہے تھے جن میں سے اس وقت کی فارسی جیسے سپر پاور کی زبان کو لیجئے اس جیسے بکثرت علوم و فنون اس وقت کی ضرورت کے پیش نظر اسلامی نظام تعلیم میں داخل کر کے طلباء کو پڑھاتے اور سکھاتے جاتے تھے۔

موجودہ دور میں اسلامی مدارس کا نظامِ تعلیم اور طریقہ تعلیم

مگر موجودہ طریقہ تعلیم کے نتیجہ میں انقلاب اسلامی کے لیے عموماً وہ افراد تیار ہوتے ہیں جو کہ ایک طرف تو الیکشن لڑنے انتخابی نعرہ بازی، زندہ باد مردہ باد، نعت خوانی، جھنڈیاں لہرانا، در و دیوار پر عجیب و غریب تحریرات کرنے کے شہسوار ہوتے ہیں تو دوسری طرف معمولی فروعی اختلافات پر فتویٰ بازی، بیان بازی اور اپنے ہم جنسوں اور مدعیان انقلاب اسلامی کے ساتھ مشت و گریبان ہونے کے لیے سر بکف گھومتے پھرتے ہیں۔ مگر ان میں نہ تو جہاد بالسیف کا جذبہ اور ولولہ دیکھنے میں آتا ہے اور نہ ہی انقلاب اسلامی لانے کے لیے جہاد ضروری سمجھتے ہیں بلکہ ایسوں کی آج بھی کمی نہیں جو جہاد افغانستان اور جہاد کشمیر یا جہاد فلسطین وغیرہ کو جہاد نہیں سمجھتے ہیں اسے روس اور امریکہ کی جنگ ٹھہراتے ہیں، نہ جانے کہ ان حضرات کے نزدیک جہاد نام کا کوئی چیز آج کہیں ہے بھی؟

اس سوچ کے نتیجہ میں آج بیشتر جانشینانِ علماء ہند ان بیشتر اسلحہ جنگ (جسے عام طور پر عوام الناس استعمال کرتے ہیں) کا نام تک نہیں جانتے ہیں چہ جائے کہ ان کا استعمال۔ یہ کمی نصاب تعلیم میں کمی کے باعث نہیں کیونکہ قرآن و حدیث جہاد کی اہمیت اور احکامات سے بھرے ہیں۔ بلکہ یہ نقص طرز و طریقہ تعلیم و تربیت کا ہے۔

اس کمی کی تلافی کا واحد ذریعہ

۱۔ طریقہ تعلیم میں اتنا اضافہ ہونا چاہیے کہ معلمین اور متعلمین کا علم الیقین ہو جائے کہ حقیقی انقلاب اسلامی تا وقتیکہ ناممکن ہے جب تک وہ راستہ اختیار نہ کیا جائے جو راستہ رب العلمین نے اس مقصد کے حصول کے لیے متعین فرمایا اور حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کے لیے اس متعین کردہ راہ پر چلنا فرض عین ٹھہرایا جس پر مدنی زندگی گواہ ہے، جو کہ جہاد بالسیف ہے، اس کے ساتھ اس نظریئے اور عقیدے کا مٹانا بھی ضروری ہے کہ مروجہ دین جمہوریت کے تحت انتخابات کے ذریعے سے اسلامی انقلاب لایا جا سکتا ہے، میں پوری بصیرت سے کہتا ہوں کہ مروجہ انتخابات ہزار سال تک لڑتے رہو نتیجہ ہر بار وہی نکلے گا کہ " اِثْمُہُ اَکْبَرُ مِنْ نَفْعِہٖ " لہٰذا مکی دور

بعینہٖ ایسا جیسے کہ ہم اپنے امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ کی مخالفت کرنے والوں، آپ پر تنقید کرنے والوں، مثلاً امام بخاریؒ، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہم اللہ کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں، ہم ان کے اختلافات اور اعتراضات کو بے جا سمجھتے ہیں ان کی لپٹے اعتماد کے ساتھ دلائل سے تردید کرتے ہیں لیکن لمحہ بھر کے لیے ان کے خلاف نہ تو ہمارے دلوں میں نفرت ہوتی ہے نہ عداوت یہاں تک کہ اس کے برعکس ہمارے دلوں میں اتنی عقیدت اور محبت ہوتی ہے کہ ان کا نام بھی احترام کے ساتھ لیتے ہیں۔

بس یہی برتاؤ ہر مخالف سے کرنا، امت کے جوڑنے اور " وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا " کی تفسیر ہے۔

۵۔ ہمارے اسلامی مدارس کی نصاب تعلیم میں موجودہ دور اور حالات کے تقاضے کے لحاظ سے زبردست کمی اور سقم ہے، آج جب ہم دیکھتے ہیں کہ وسیع ترین کرۂ ارض سمٹ کر ایک گھر کا صحن بن کر رہ گیا اور یہ بلند ترین اور وسیع ترین آسمان اسی گھر کا منقش اور مزین چھت کی حیثیت اختیار کر گیا۔ کائنات خلیفۃ اللہ (انسان) کے سامنے اس حد تک قدرت نے مسخر اور مطیع کر دی، کہ ہوا حضرت انسان کی مٹھی میں قید ہے، لہٰذا انسان کے اشارہ پر ناچ رہا ہے، سورج اور آگ (بجلی) کی حرارت سے ٹھنڈک پیدا کرتا ہے اور ٹھنڈک (پانی) سے حرارت پیدا کرتا ہے، ذرّے کا جگر چیر کر عظیم قوت حاصل کر لیتا ہے۔

ایسے احوال میں اگر مجاہدین انقلاب اسلامی خون کا نذرانہ پیش کر کے انقلاب اسلامی لے آتے تو اسے نبھانے، چلانے اور کرۂ ارض پر حاوی کرنے کے لیے جن رجال کار کی ضرورت ہوگی وہ ہمارے مدارس پیدا نہیں کرتے ہیں اس کے لیے صرف علوم الملائکہ (علوم الطاعات والعبادات) کافی نہیں ہوں گے۔ جو کہ تقویٰ، معصومیت تسبیح اور تقدیس تک محدود ہو (قَالُوا نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط) (لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ٥) بلکہ خلافت ارض کے نبھانے کے لیے علوم الانبیاء علیہم السلام لازم ہیں جن کے اصولاً دو شعبے ہیں۔

۱۔ علوم الطاعات والعبادات، جسے آپ آخرت کی سدھارنے کے علوم، یا علوم الملائکہ کہہ سکتے ہیں۔

۲۔ علوم تسخیر کائنات، جس سے دنیاوی زندگی سدھر جاتی ہے، اسی کو آپ دنیاوی علوم کہہ سکتے ہیں، ابراہیم علیہ السلام کو پرندوں کے زندہ کرنے کا مشاہدہ کروانا، موسیٰ علیہ السلام کے ضرب عصا سے سمندر کے جگر کے دو ٹکڑے کروانا، دشت تیہ اور صحرائے سینا میں بنی اسرائیل کے لیے کھانے پینے اور سایہ بان (دھوپ اور گرمی سے تحفظ) کے انتظامات آپ کے ہاتھ سے کروانا، داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں دفاعی آلات جنگ زرہ تیار کروانا جس کی ترقی یافتہ شکل آج بکتر بند ٹینک، اینٹی میزائل اور پیٹریاٹ میزائل کی شکلوں میں ہم دیکھتے ہیں، نیز

نبوت اور مدنی دور نبوت کو اصول انقلاب اسلامی تسلیم کر کے دعوت و تعلیم کے زور سے ذہنی انقلاب اسلامی (خلافت باطنہ) لانا ہوگا اور پھر پیچھے کچھے دشمنان اسلام کو زیر کرنے کے لیے مدنی دور نبوت اپنا کر جہاد کے ذریعہ ریاست اسلامی (خلافت ظاہرہ) قائم کرنا ہوگا۔

ب۔ اس پر مزید یہ کہ ابواب الجہاد کو ابواب الصلوٰۃ جیسے پڑھانا ہوگا تاکہ طالب علم کے ذہن میں جہاد کا بلند ترین مقام " ذروۃ سنامہ الجہاد " نقش ہوجائے اور پھر جہاد کے ایک ایک حکم پر معترضین کے اعتراضات کو سامنے لایا جائے اور پھر مدلل جوابات سے طلباء کو مسلح کیا جائے، نیز وفاق المدارس کے امتحانی سوالات کی فہرست میں فریضہ جہاد پر مخالفین کے اعتراضات کو شامل کیا جائے۔

ج۔ ذہنی طور پر طلباء کو عسکری ٹریننگ کے حصول کی ترغیب دی جاتی رہے تاکہ تعطیلات کے دوران جہاد کی نیت سے عسکری تربیت کا حصول عظیم فریضہ کی حیثیت سے اپنا شعار بنائے۔

عسکری تربیت کے حصول کے آسان تر مراکز

مجاہد کبیر حضرت مولانا ارشاد احمد شہیدؒ نے "حرکۃ الجہاد الاسلامی العالمی" کے نام سے جو تنظیم قائم کی ہے جس کی افادیت اور جہاد افغانستان وکشمیر میں اس کی گرانقدر خدمات محتاج تعارف نہیں اس تنظیم نے مختلف موزوں مقامات میں عسکری تربیت کے مراکز قائم کئے ہیں اور متعلمین کو بڑے پیار و محبت سے ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں لہٰذا شائقین کے لیے یہ مسئلہ اس سے پہلے کبھی اتنا آسان نہ تھا جتنا کہ آج ہے۔ ذالك فضل الله تفضل علينا۔

د۔ مہمانان رسول کے دلوں میں فروعی اختلافات کی اہمیت کم کرنے اور ان میں تحمل اور برداشت کا مادہ بھرنے اور امت کے جوڑ کے فوائد کی تڑپ پیدا کرنے کا بیج بو دینا چاہیئے۔ انہیں بتانا چاہیئے کہ ہمارے اکابرین تو نیک مقاصد کے لیے ہندوؤں کو اپنانے سے گریز نہیں کرتے۔ انہیں سمجھایا جائے کہ دین اسلام کا دائرہ بہت وسیع ہے جس کے اندر مذہب کا دائرہ ہے اور مذہب کے دائرہ کے اندر مسلک کا دائرہ ہے اگر کوئی مسلمان آپ کے مسلک سے متفق نہیں ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ مذہب سے خارج ہوا اور اگر وہ آپ کے مذہب سے متفق نہیں تو بھی اس کا نتیجہ ہرگز یہ نہیں کہ اسے دین اسلام سے خارج سمجھا جائے، البتہ اگر کوئی شخص اسلام کے قطعی الثبوت احکامات کا منکر ہو، یا اس سے ایسے افعال اور اقوال عمداً سرزد ہوتے ہوں جس کو شارع نے کفر کی علامت ٹھہرائی ہو بیشک ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگا اگرچہ بظاہر آپ کا ہم مسلک اور ہم مذہب ہی کیوں نہ ہو۔

نیز آپ کے مسلک اور مذہب کے مخالفت کرنے والے مسلمان سے عداوت اور نفرت ہرگز نہ کریں بلکہ اسے تحریک انقلاب اسلامی کا سپاہی اور مسلمان بھائی سمجھنا چاہیئے اور اسے قدر و احترام کی نگاہ دیکھا جائے،

آپ کے لیے تانبے اور فولاد کا چشمہ بہانا، نوح علیہ السلام کے ہاتھوں بحری بیڑا بنوانا، سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں ہوا مسخر کر کے تیز تر مواصلاتی نظام قائم کرنا، سلیمان علیہ السلام کے درباری عالم سے تخت بلقیس لمحہ بھر میں حاضر کروانا، سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں جنگی اہمیت کے نقشے اور فوجی چھاؤنیاں بنوانا (محاریب، تماثیل)، عیسیٰ ع کے ہاتھوں علاج معالجہ کے طور پر نہ صرف مادرزاد نابینا، بینا کروانا بلکہ مردوں تک زندہ کروانا، اس بات کا ٹھوس ثبوت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ذمہ صرف امت کی آخرت سنوارنا نہ تھا بلکہ امت کی دنیاوی ضروریات بہم پہنچانا بھی ان کے ذمہ تھیں، قرآن اٹھا کر پڑھیئے، جیسا کہ امت کا ہر وہ مسئلہ جس کا تعلق آخرت سے تھا اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں حل کروایا، بالکل ویسا ہی امتوں کے دنیاوی مسائل، اقتصادیات، معاشیات بحری اور بری مواصلات، خوراک آبنوشی، صحت اور جنگی مہمات کے جملہ مسائل انبیاء کے ہاتھوں حل کرواتے ہیں اور جملہ مسائل کے علوم کا مرکز بھی انبیاء علیہم کی ذات میں مرکوز ہے تو آج وارثان انبیاء کی تعلیمات کیونکر ادھوری ہونی چاہئیں؟

عذر لنگ یہ معذرت قابل تسلیم نہیں کہ ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں جب بھی علماء کرام نے کسی مذہبی ضرورت کے لیے عوام کی طرف رجوع کیا ہے خواہ عالیشان مسجد کی تعمیر ہو، خواہ جدید تقاضوں کے مطابق کسی دارالعلوم کی بلڈنگ بنانا ہو، خواہ جلسے جلوسوں کی تشہیر ہو. خواہ گاؤں گاؤں مدارس کا قیام اور سینکڑوں طلباء کے خورد و نوش اور تعلیم کے مسائل ہوں، خواہ دعوت و تبلیغ کے لیے ان سے جان و مال کے مطالبات ہوں، خواہ جہاد میں خون کا آخری قطرہ بہانا ہو، قوم نے علماء کی ہر آواز پر لبیک کہا ہے۔

تو کیا اگر علماء کم از کم ہر صوبے میں ایک ایک ایسا مرکز جس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جامع تعلیمات کے انتظام ہوں، قوم کے سامنے اس کی حقیقی ضرورت پیش کریں تو یقیناً یہ مشکل حل ہو سکتی ہے۔

کیا ایسی تعلیم بیک وقت ممکن ہے؟ یقیناً ممکن ہے، جنوبی وزیرستان وانا جیسے دور دراز اور پسماندہ علاقہ میں ہمارے "دارالعلوم وزیرستان وانا" میں ہم نے کل وقتی نظام تعلیم رائج کیا ہے، صبح سے دوپہر تک وفاق المدارس کے نصاب تعلیم کے جملہ شعبوں، ناظرہ حفظ و قرآت اور دورۂ حدیث شریف تک تمام درجات مکمل طور پر پڑھائے جاتے ہیں، امتحانات وفاق المدارس کے تحت لیے جاتے ہیں، بحمد للہ ممتحنین کی رپورٹوں اور امتحانات کے نتائج کے لحاظ سے وفاق کے منتظمین کی نگاہوں میں طلباء کے اخلاق اور تعلیم معیاری ہے اور نماز ظہر کے بعد نماز عصر تک عصری علوم باقاعدگی سے پڑھائے جاتے ہیں چند اساتذہ تو ہم نے ایسے دریافت کیے ہیں جو مستند علماء ہیں اور ایف اے، بی اے اور ایم اے تک عصری علوم کے حامل بھی ہیں، ان سے دونوں تعلیمات کی خدمات لی جاتی ہیں اور باقی کمی کو پورا کرنے کے لیے ہم نے ٹیوشن

پر ایسے پروفیسر اور اعلیٰ تعلیمی معیار کے اساتذہ متعین کئے ہیں جن کی شکل وصورت اور اخلاق معیاری ہیں چونکہ ایسے اساتذہ کی دریافت اس لیے ممکن ہوئی کہ ظہر کے بعد کالجوں اور سکولوں میں ان کی اپنی پڑھائی نہیں ہوتی ہے۔
دونوں تعلیمات کو ریگولر بنانے کے لیے ہم نے تعلیم کے مقامی انتظامیہ کے ساتھ ایسا تعلق استوار کیا ہے کہ ہمارے دارالعلوم کے طلباء وانا کے کالج، ہائی سکول اور مڈل سکولوں میں داخلہ کر لیتے ہیں امتحانات تو ہمارے طلباء ان کے قوانین کے تحت پشاور بورڈ وغیرہ کے مطابق دینے کے پابند ہوتے ہیں اس کے سوا ان کا کوئی قانون ہمارے طلباء پر لاگو نہیں ہے حتیٰ کہ ہمارے دارالعلوم کی پڑھائی اور تعطیلات وفاق المدارس کے تابع ہیں، سرکاری تعلیمی انتظامیہ دو وجوہات کی بناء پر ہمارے ساتھ یہ تعاون کر رہی ہے ایک تو دینی اور اسلامی جذبہ کے تحت اور دوسرا اس لیے کہ ہمارے دارالعلوم کے طلباء کے امتحانی نتائج سے ان کے کالج اور سکولوں کی نیک نامی ہوتی ہے، مثلاً ۱۹۹۱ء میں میٹرک کے نتائج پوری ایجنسی کی تمام درسگاہوں میں ۳۱ فیصد سے زیادہ نہ تھے جبکہ ہمارے دارالعلوم کے طلباء کا نتیجہ ۷۰ فیصد تھا۔ ہمارے دارالعلوم میں دونوں تعلیمات کا معیار اس ترتیب سے وضع ہے کہ اسلامی علوم کی سند فراغت کے حصول کے ساتھ وہ بی اے کی ڈگری بھی حاصل کر چکے ہوں گے انشاء اللہ یہ ہدف آئندہ سال ۱۹۹۲ء میں ہم حاصل کر لیں گے۔" وما ذالك على الله بعزيز۔

اشتراکیت کے پنجوں سے نو آزاد مسلم ریاستیں اور ہمارا فریضہ

ق۔ ولی اللّٰہی تحریک انقلاب اسلامی کے موجودہ جانشینوں کا فرض ہے کہ جیسے علماء کرام شیخ الہندؒ اور علامہ سندھیؒ کی سنت کو ایک بار پھر زندہ کرنے کے لیے تبلیغی جماعت کے ساتھ مل کر روس کی مسلم ریاستوں کا رخ کر لیں، جنوبی وزیرستان وانا کے تاجر ابھی حال ہی میں مسلمانوں کی ریاست قازقستان سے ہو کر واپس آئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ بازار میں جب ہمیں وہاں کے عوام مرد وزن دیکھ لیتے تو وہ ہمارے گرد جمع ہو کر کہتے کہ ہمیں قرآن سناؤ تو ہم اپنی جیب سے سورۃ یٰس نکال کر سنانا شروع کر دیتے تو وہ خوشی سے رونے لگ جاتے، انہیں ان پڑھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حکومت ایران سرکاری سطح پر ان نو مسلم جیسے بے خبر مسلمانوں کو شیعہ بنانے کے لیے زبردست کوشاں ہے اس لیے مضمون کے اختتام پر میں جملہ خادمان اسلام اور خصوصاً علماء کرام اور تبلیغی جماعت کے اکابرین سے عرض کروں گا کہ وقت کا اہم ترین فریضہ آج یہی ہے کہ روس اور لینن ازم سے نو آزاد مسلمان ریاستوں کا رخ کر کے ان کے ایمان اور اسلام کو نام کے مسلمان گمراہ فرقوں اور باطل مذاہب کی یلغار سے بچانے کی کوشش کریں ورنہ آخرت میں ندامت اور دنیا میں پچھتاوا ہوگا۔
وسط ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستوں نے ۷۰ سال سے زیادہ عرصہ روس کے زیر اثر کمیونزم نظام کے تحت روسی جبر واستبداد میں ناقابل برداشت مصائب برداشت کئے مگر اسلام سے ناطہ نہیں توڑا کبھی

وہ زمانہ تھا کہ ان مسلم ریاستوں سے وہ عظیم محدثین، مفسرین، متکلمین اور فقہاء اٹھے تھے کہ جنہوں نے نہ صرف دین اسلام دنیا میں پھیلایا بلکہ امت مسلمہ کے لیے ہر مسئلہ میں امامت کی مگر آج وہ دین اسلام اور اسلامی اخوت کے ہر تقاضے میں ہمارے دست نگر ہیں۔

علماء اسلام کو چاہیئے کہ وفاق المدارس کے تحت ان مسلم ریاستوں کے بچوں کو پاکستان کے اندر تعلیمی مدارس اسلامی میں مناسب تعداد میں ان کے داخلہ اور جملہ ضروریات کا انتظام کریں اور ان ریاستوں میں ترغیب کی مہم چلائیں کہ وہ یہاں اپنے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیج دیں[له]، نیز وفاق المدارس اور جمعیت علماء اسلام کے تحت ان ریاستوں کی دینی اور مذہبی خدمات کے لیے ایک مشترکہ فنڈ قائم کریں اور ان مخیّر حضرات کو اس فنڈ میں حصہ لینے کی ترغیب دیں جو حضرات اسلامی مدارس چلانے کا فریضہ پاکستان میں ادا کر رہے ہیں یقیناً اس طرح بہت جلد لاکھوں روپے کا فنڈ جمع ہو جائے گا۔ اور جمعیت کے اس پروگرام کی تمام اسلام پسند جماعتیں پیروی کریں گی نیز حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ اس سلسلے میں ان مسلم نوآزاد ریاستوں کا افغان مجاہدین اور کشمیری مسلمانوں سے بڑھ کر امداد کرے، کاش کہ اس سلسلے میں بھی عیسائی دنیا سبقت لے رہی ہے۔

بالٹک ریاستوں لیتھونیا، الیتھونیا اور لٹویا کے عیسائی ریاستوں نے روس سے آزادی حاصل کرتے ہی مغربی ممالک کا رخ کیا تاکہ عیسائیت کا مستقبل اپنے ہاں مستحکم کر سکیں اور اسی مقصد کی خاطر یورپی ممالک دل کھول کر امداد دے رہے ہیں اور ان ریاستوں کو اپنے ہاں سفارتخانے کھولنے کی اجازت دے دی ہے۔

عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان کے دینی، علمی، فلاحی اور رفاعی اداروں کا فریضہ ہے کہ ان نوآزاد شدہ مسلم ریاستوں کو مذہبی لٹریچر، مذہبی کتابیں اور داعی و مبلّغین زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھیجیں یہاں تک کہ وہاں ان کے بچوں کے لیے صحیح اسلامی تعلیمات کا انتظام بھی کریں۔ وما علینا الا البلاغ

له دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے نوآزاد مسلم ریاستوں کے ایک ہزار طلبہ کو مفت دینی تعلیم دلانے کی پیش کش کی ہے اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ان ممالک کی اقتصادی ضروریات سے بڑھ کر ان کے ایمان و اسلام اور دینی ضروریات کی تکمیل کی فکر کرے اور ان طلبہ کو پاکستان لانے اور دینی تعلیم دلانے میں ہر قسم کے موانعات اور رکاوٹوں کے دور کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹائے اگر یہ مطالبہ منظور ہو جاتا ہے تو جمعیۃ علماء اسلام کے زیر اہتمام تمام ملک میں جگہ جگہ تربیت کے دینی مراکز کا قیام اور مختصر مدت کے کورسز بھی پڑھائے جا نا ممکن ہوں گے اور وفاق المدارس کو بھی اسی سلسلہ کسی بھی کوشش کی معاونت اور تربیتی سکیم کی تکمیل میں بھرپور حصّہ لینے کا موقع مل جائے گا۔ (ادارہ)

رُوح افزا

خاص افادیت کا حامل حقیقی مشروب

■ رُوح افزا نہ تو کوئی نیا نام ہے اور نہ ہی اس کی تاثیر کے بارے میں دعوے نئے ہیں۔ تقریباً ایک صدی سے رُوح افزا کے خریدار جانتے ہیں کہ اس کے خالص قدرتی اجزا انسانی جسم کے لیے خاص افادیت کے حامل ہیں۔

■ رُوح افزا کا فارمولا برسوں کی تحقیق اور تجربات کے بعد پھلوں پھولوں، سبزیوں اور فرحت بخش خواص رکھنے والی جڑی بوٹیوں سے ترتیب دیا گیا ہے۔

■ رُوح افزا گرمی، لُو اور حبس کے اثرات سے محفوظ رکھتا ہے، پیاس بجھاتا ہے، جسم کو فوری توانائی بخشتا ہے اور آپ کو تازہ دم کر دیتا ہے۔

■ رُوح افزا محض پانی، مٹھاس، رنگ اور خوشبو کا مرکّب نہیں بلکہ ایک حقیقی مشروب ہے جو بازار میں پائے جانے والے دوسرے تمام شربتوں سے مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ بہتر بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رُوح افزا کی پسندیدگی نسل در نسل منتقل ہو رہی ہے۔

رنگ، خوشبو، ذائقے، تاثیر
اور معیار میں بے مثال

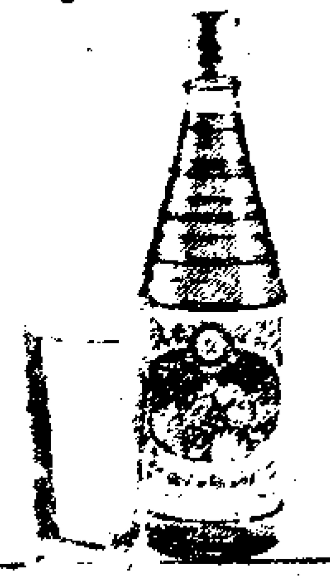

رُوح افزا
مشروبِ مشرق

Adarts-HRA-3/92

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
ہر
جگہ
دستیاب
EAGLE
IRIDIUM
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ

دلکش
دلنشیں
دلفریب
کنول لان، صنم پاپلین
بے نظیر پاپلین
گلستان پرنٹس
سنگم بوسکی
مایہ ناز پاپلین
کمانڈر پاپلین
پریذیڈنٹ لان
جمال ۳۰۰۰ پاپلین
جمال ۵۰۰۰ لان
۲ ڈائمنڈ لینسر
مرزائیکس پاپلین
پارل کارڈ
سوٹنگ
حسین
کے
پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر،
دستیاب ہیں۔
HASEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

قومی خدمت ایک عبادت ہے
اور
سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے
سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے
Servis
قدم قدم حسین قدم قدم آرام